وحشت ترے دیوانے پہ یہ آن بنی ہے
انتہا تشنگی ہو چکی اب جان کنی ہے

اک نان کے لیے منت دو نان مشکل
اس سنگ کے لیے منت سنگبان مشکل

کیا ہوا مجکو جو پیچھو وسے بیٹھے
شمع کی پشت و دود ہوا یہ ہے

صبر کا کرنا دلا ہیچ نہیں
دیکھ تو ہوتا ہے کیا گھبرا نہیں

اک مدت پاسے غبار رہے اک مدت گلشن نا بینی کی
ہر سون پھرین بھر مستے نکلے عشق نے خانہ خرابی کی

سو سامنے دونوں ہاں ہر یان نہ حاصل جہانسے ہمکو
اٹھا میں گانتہ بہ بار پہنچی حضر یہ ترے جہانسے ہمکو

سینے میں سوزش ہو اور نصیبا جانا نکا حکم ہو
اک گھر میں لگ رہی ہو اور بجھانا منع ہو

طفلی میں چلے گئے میں ابتک آ کی گرین
جب پاؤن ہنر اوٹھتے تھے تو اب سر نہیں اٹھتا

سنگ لیں کیا دست تا بلائیں آنکھیں
بہ منت کچھ کا مرکے کچھ کام نہ آئیں آنکھیں

عشق کو وصل کچھ سب سے ملائیں آنکھیں
ہجر شاباش تجھے خوب دکھائیں آنکھیں

ہر دم تو کی بصورت رکھتا ہون نظر مین
ہوتی ہے بت پرستی اسپر خدا کے گھر میں

اہل غیرت کی زندگانی ہے
آبرو کس کو ئین کا پانی ہے

جام جم رکھدے طاق کسری پہ
میرا چلو شراب سے بھر دے

میں بندہ ہوں تیرا خدا جانتا ہے
خدا جانے تو مجکو کیا جانتا ہے

تجکو کوئی اور کیا جانتا ہے
بنے سنگدل میں خدا جانتا ہے

مرا حال ظالم تو کیا جانتا ہے
جو گذرے ہے مجھپر خدا جانتا ہے

ہوا گل کو کیا کچھ نہیں بھید پایا
کٹی رات شبنم کو پانی چرا سے

قاصد اب بس یہی پیغام ہمارا کہنا
وا وعدہ فراموش ترا کیا کہنا

کوے صنم میں جب ہمارا سوال ہے
ہر ایک جیب میں ہے کوئی مفلس کا مال ہے

قتل سے شمشیر کے ہم تو ہو گئے
آئینہ دکھلا دیا دو ہو گئے

اہل دولت سے کوئی کنج میں اتنا پوچھے
ساتھ کیا کیا لیا اس وقت میں کیا کیا چھوڑا

ہم سر شام سے مشتاق ملاقات رہے
کیجیے او وعدہ فراموش کہاں رات رہے

چوم بیٹھے سکے لیجے جب مانگوں کف پا آنکھوں
منہ مرا کیا لب شیریں کا جو بوسا مانگوں

بوسہ کہتے ہو نہیں دینے کا
یہ بھی اک ڈھب ہو لگا لینے کا

گرد مزاروں پہ وہ خرام کریں
مردے بھی اٹھیں اور سلام کریں

کب تلک جیتا رہوں گا میں موت اک دن آنی ہے
ہجر میں جو آ جائے عین مہربانی ہے

جنت تری سکے تئیں سرو بنایا تو نے
راست تو یہ ہو کہ پھر پھل بھی بنایا تو نے

بحث شیخ و برہمن دیر و کعبے پر جھگڑتے ہیں
یہ نادان او وہ جلتے ہیں جب میں پھر پتے ہیں

او جھگڑے گی ہر جا منہ سے کیسی کیسی صورتیں
روئیے کس کے لیے کس کس کا ماتم کیجیے

دنیا میں اگرچہ خضر تجھے سو لگی رہے
آ صحبت یہ شرط ہو کہ ادھر لو لگی رہے

عبث تم اپنا روکا دوش سے منہ بناتے ہو
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

کس طرح سے ماہ نو ابھر کے خنجر سے دیکھے
جس جگہ لاکھوں گرہ ہوں اک ناخن کیا کرے

کیوں نہ ہو آج رنگ رخ آفتاب کا
کھولا ہو منہ یار نے شاید نقاب کا

اپنی محفل میں ہمارا دل نا شاد نہیں
اسکو دیے آ گئے کہاں بھول گئے یاد نہیں

کر دے جب امت ہی تو مرگ کیا بیمار ہوتی
دلا جب آ کے تھم گئیں نزدیک قریب ختم بازی ہے

جب تلک ہو روح جسم میں چلتے ہیں ہاتھ پاؤں
رو لیے کے دم کے ساتھ یہ ساری برات ہے

آنکھ پھر گئیں جب بیماریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہو کہ اس محفل میں ہے
تب دیکھو میرے کینے کا کہ آ سکے دل میں ہے

بل میں پھنسا لیگی کیسی بیگناہ کو
چوٹی نے پیچ یار میں زلف سیاہ کو

ہوا سے بال لٹو کے جو رخسار پہ چھٹے ہیں
دل جا بجا اٹک کے [illegible] تڑپتے ہیں

شمع زیبا سے مصحف سے درد کی آواز ہے
یہ نہیں معلوم یارب سوز ہے یا ساز ہے

کسی سے گو جدا ہیں شل تار ساز ہم لیکن
ذرا چھیڑے سے ملتے ہیں ملا جس کا جی چاہے

کاوشیں اب تک چلی جاتی ہیں گو میں مر گیا
کھنچ کے گل کانٹے مری تربت پہ ظالم دھر گیا

اچھے ہر شے کا موقع میں مرنا ہوا ایسا
کیوں نکرے آدمی پھر کام نیک

گر ہو طلب تجھکو غرض ہو حصول
جب کرو اس میں نہو ہرگز ملول

ہر شی کو اسطرف کو ابھی پھر کے دیکھ لو
اک ناتوان کا جان [illegible] پھر کے دیکھ لو

میری نظر بھی کوئے گی درد چشم ہے
اسے [illegible] رہے ہے [illegible] پھر کے دیکھ لو

وہ نہیں صورت جہاں جاؤں
آہ میں کیا کروں کہاں جاؤں

کیوں نہ ان کا رشک حور ہوا
آدمی سے [illegible] ہوتا ہو

تم نے جو صاحب سلامت دور کی منظور کی
ہم کو بھی منظور ہے یہ صاحب سلامت دور دور

لوح مزار پہ بھی یہ مصرع لکھا ہے
مرجائیے پہ دل نہ کسی سے لگائیے

کوچۂ یار میں کاشی ہو
لگ گیا دل [illegible]

باغ ارم سے بہتر ہیں تری گلی ہے
ساکن تری گلی کا [illegible]

میرا مسی زندگی سے موت بھلی
لوگ یہ تو کہیں [illegible]

وصل ہوتا تھا سو وصال ہوا
[illegible]

وصل کو تو محال کہتے تھے
مرنے کو بھی وصال کہتے [illegible]

مر گئے پر نہ آیا خبر کبھی
[illegible]

جو یاں تھمہ ہار تھا مری گردن کے واسطے
تکیہ بنا ہے وہ سر دشمن کے واسطے

زندہ عیسیٰ سے بھی ہوتا نہیں مارا اسکا
آگ پانی میں لگاتا ہے شرارا اسکا

کیا بھروسا ہے زندگانی کا
آدمی بلبلا ہے پانی کا

زندگی یہ حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اوسی خانہ خراب کی سی ہے

نازکی ان لبوں کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

اندھیرے سے روشنی مرے سینے کے داغ کی
اندھیاری رات میں نہیں حاجت چراغ کی

جو مرد زبان پہ بات لائے
ہے بات تو یہ کہ کر دکھائے

نظر پڑی جو دیکھی ادھر صنم کی
ندی نالے سے فرصت ایکدم کی

صندلی رنگوں پہ مائل دل مرا
درد سر کی کسکے ماتھے جائیگی

خاکساروں سے جو رکھیگا غبار
اے فلک جلدی تری ہو جائیگی

درد سر کی جو نہ دوا لایا
خاک پا یار کی اوٹھا لایا

مستی مالیدہ لب پہ رنگ پان ہے
تماشا ہے تیرا آتش دھواں ہے

عاشق کا بانکپن گیا بعد مرگ بھی
تنکے پہ جو لٹایا وہاں بھی اکڑ گیا

مرنے کے بعد راحت دنیا ہوئی نصیب
پوشاک قطع ہوتی ہے نہلائے جاتے ہیں

شکر بت نہ جان پر آئی
نہ شکایت زبان پر آئی

ادھر دیکھو کہ کس ناز و ادا سے یار آتا ہے
مسیحا کی ہوئی رحمت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے

شمیم کاکل پیچاں سے میں تو جاں ہو گیا
تو آپ کہنے لگے اسکو سانپ سونگھ گیا

بری اوسکی جو کان پڑتی ہے
سر سے اوتر سے میں جان پڑتی ہے

توبہ کی یار نے تو مت یہ غضب تو دیکھو
جیتے میں خاک ہوا خاک سے پیمانہ ہوا
تجھ بن جو پیتے کم ہو مست ہم اپنے تو مے کم خالی
ہم تو رخصت ہو چلے اور تم خوش رہو کیجے
کر لی کی صفت شکر تقدیر یا مرے شکر

جب کہ میں خاک ہوا خاک سے پیمانہ ہوا
تب میسر مجھے اک بوسۂ جانانہ ہوا
چلو اب ہو چکا جلسا نہ تم خالی نہ ہم خالی
دل ہمارا یاں رہا اور تن سے فریاد و گلہ گیا
گنہ ہوں گو میرے بخشے خدا جب کرم کر دے

مر گئے رستہ تو جا ہ میں تیری

کچھ نہ ٹھہرے نگاہ میں تیری

کچھ تو اوس پر الفت اگلی کی نہیں یاد کرو
ذرا دیکھو خاکساری ہماری
تم وہ پریشاں کر مرنے کا عقدہ آج کھلتا ہے

خاکساری مری ناحق کو نہ برباد کرو
ملی خاک میں خاک ساری ہماری
گراں قیمت گہر ہو اسلئے کانٹے پہ تلتا ہو

ٹپکتے ٹپکتے تھمینگے آنسو
تم جو رکتے ہو بجا صاحب

رونا ہو یہ کچھ ہنسی نہیں ہے
ہم مرے ہی سہی بھلا صاحب

سب نے جو سر رکھا اوس نے تہ تیغ گلے کو
عاشق سے بھی ہوتا ہے کہیں صبر و تحمل
گر یار ہو بلا سے تو پھر کیوں نہ پیجیے
آدمی کیا ہو فرشتے کی نہیں سنتے ہیں

کچھ منہ سے بری بات نہ نکلی بھی گلے کو
وہ کام بتاتا ہے جو آتا نہیں ہم کو
زاہد نہیں ہیں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں
حضرت بجاتے ہیں جب بچھتا ہے شیطان سے

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے

عمر یونہیں تمام ہوتی ہے

جب خریدار مرے ایام جوانی آ لیتے
جسنے تیری الفت کا مزا پایا ہے
ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو

وصل کی گھات مجھے آپ ہی بتلا دیجیے
کچھ اور نہ عالم میں اوسے بھاتا ہے
کیجیے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

عجب نعمت ملے اسکو کہ جو سب کا ہے عاشق
اور اسکی ہی توقع پر یہ دنیا اس سے چھٹ جاوے

معشوق کی جلوہ گری ہر آن ہے
عاشق و معشوق اسکی شان ہے

چالاک ہو جتنا تو اتنی ہی بنج بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہے گمان یاں رنگیا واں رنگیا

حاسد کو ایک دم نہیں صحبت جہان میں
رنج حسد ہے جان پر جب تک کہ جان نہیں

چلتا ہے رہنا نہیں اور چلنا ہے بے سر و پا
آ لیجے گنج تنہا کہ پر کوان گندھا دے سے لیں

پچھتا رہا کر وہ مجکو اپنا غلام
یہ میرے لیے سب اشرف ہے نام

گر چند روز خوبی سے تیری گذر گئی
غافل نہ ہو کہ تجکو کیا کچھ خبر نہیں

سمجھا نہ تو نے اے غافل جو ہیں قدر نعمت کی
یہی ہے عہد مروت ہی تو نا اسکو بھی کہتے ہیں

کوئے جاناں میں جو تجکو کیا دلاک تا ہی نہ
اس گلی میں تجھسے بہتر سیکڑوں افتادہ ہیں

بندہ رہنے کا نہیں کام اپنا
بندہ پرور ہے خداوند اپنا

کوچ کی اب سے اب تیاری ہے
تیرا حفظ جناب باری ہے

آہ یہ تیر کا سینے پہ شمل خنجر ہوگیا
نالہ مرغ سحر الفت کا بہر ہوگیا

وہ کبھی سر گا کوئی امید بر آئے جسکی
اپنے مطلب تو ترا مرچ کہہ سے نکلے

تیرا امید تمھکانے لگی محنت اپنی
کل سوئی آ کبھی منزل پہ مسافت اپنی

میدہ بستی سے تیخیر نیم سے راحت پائی
نا بیخ الیال ہو سے خوب فراغت پائی

اوّل تو کیسے میں نا قدیس نہ پہنچ نکالا
کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا

بکارا دین کو اپنے کبھی دنیا ہی بنجا کے
نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے مزے پائے

عبادت میں ہے توفیق جز تو گناہ کے نہیں
او کل شہر بان ہیں یعنی اس نام عبادت کا

و دشنام سن کے چپ نہ ہوں ہم تو کیا کریں
جس ہونٹ سے شکر کرتے ہیں پھر گلا کرتے ہیں

آتو پاس بیٹھنے میں جو رسوائی کا خیال
چپ ہو کیوں کہ منت سے فرما کے بیٹھئے
اتنا تو ہو کہ دور سے آنکھیں لڑا کریں
آدمی سے ہے نہ بناؤ خدا کے واسطے

درد ہوا اور درد ہوا اور درد کی
سب کچھ اس اذیت کے آگے گرد ہے

یاں خودی میں اور خدا میں بیچ کیا
کس طرف دیکھا پھر سے ہے کچھ سر ہے

وہ اگر ہو یار تو سب یار ہیں
آرزو سے کہے تو شکر اللہ کی
کوئے جاناں سے خاک لائینگے
گر وہ ہو اغیار سب اغیار ہیں
تو یہی اک بات سب میں اس کی
اپنا کعبہ الگ بنائینگے

جتنی نہیں پر ان کسی شہسوار کی
پھر کیا تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
نقش پا کی طرح ہر شکست سینا دیکھا
کیا شوخیاں ہیں ابلق لیل و نہار کی
سو ہم سمجھے تھے تم سے دل کو سو تو پھر نکلا
آج کیا آپ نے جاوا ہوئی دنیا دیکھو

رستے ہیں منتظر پڑے
یہ وہی ہے شہر جس میں یار کے

جتنا دیا ہے خدا کو کو وہ کرتے ہیں
ایک جا رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں
بندے ہیں آپ خدا کے خداوند کہتے ہیں
ہم تو فلک کی گردش سے ہم آکے رہتے ہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں
کچھ شرط بندگی بھی ادا ہو تو جانئے

خوب تیرا حسن ہے گنوایا
لائے ہیں اس بت کو التجا کر کے
ہیں وہ بے آس ہو تیرے پاس
یہ حشر قدم کہاں سے آیا
کفر توڑا خدا خدا کر کے
پاس آئی ہو آسرا کر کے

بعد مردن بھی ہوئی بے ادبی واسطے سب
جیسے کیسے ہو بڑی حسرت ادا تو دیکھ عشق
وہ تو بیدل ہو جنازہ مرا بر دوش چلے
[illegible]

عشق میں عزیزوں سے الفت ہو بہانے — جو بیدل بیٹھے ہوا و سکون بیٹھے پر لئے
آتش میں رنج پیہم سے خاک کا آنا گیا — تھا ہم انسا ریہ بارود کا دانا کیا

دل کی جو بات تھی بر آ گئی — صورت محبوب نظر آ گئی
شکل امید تو کب ہمکو نظر آتی ہے — صورت یاس بھی اب جی سے گذر جاتی ہے
پی کر شراب درد تہ جام دیکھا — وہ شوخ ہمکو بوسہ بہ پیغام دیکھا
گھر سے گئے لگ سے گئے نام سے گئے — ہم تجھسے دل لگا کے سبھی کام سے گئے
مدت سے وہ تپاک تو موقوف ہو گیا — اب گاہ گاہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا
آشنا ہو چکا ہوں میں سب کا — جسکو دیکھا سو اپنے مطلب کا

جس گھر میں دلا عشق کی بنیاد ہو گئی — گر خانہ خدا ہو وے تو آباد ہو وے
صورت تقلید میں کب معنی تحقیق ہیں یا — رنگ گو ہے گل تصویر میں کیا عطر بو ہو
دور سے تجھے ہم غنچہ کہیں تھے پر ہو — پاس جا دیکھا تو گل ہو گیا سے تر ہو
گفتگو کرنے میں معروف جو کم رتبے ہیں — جانتا کون ہے کس سعی میں ہم رہتے ہیں

زمانے میں رسوا تو کر یو مجھے — کہ رو شرم پیدا کیے کی سے تجھے

جوانی میں ہو سے ہار ہے ظلمت شباب — وہ دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے
اچھا ہوا شباب کا عالم گذر گیا — اک جن چڑھا ہوا تھا جو سر سے اتر گیا
شکوہ بے نوکری کرتے ہیں ہم نادان ہیں — آپ خود آتا ہیں وہ جب تک کہیں جاتے نہیں
عرضی ہمکو گھر سے صاف پرا کہتے ہیں — جسکے تم سنتے ہو بیٹھے سے کہا کہتے ہیں
[illegible] — [illegible]
شکوہ نہیں ہے گردش لیل و نہار کا — جس حال میں ہیں شکر ہے پروردگار کا

چوستا ہی جو بتا کو کس پر یہ مین شیخ
اشک اسکو بھی تو تخم خوشہ ہی

شکر کر تھوڑا سا بھی گر ہو فراغ
آسمان و دین تنہا دلتنگ ہی

بلبلیں گل پر فدا ہیں یار پر
او صبا ہی آپ اپنا رنگ سی ہی

لب شیرین یار کے آگے
قند گر ہو تو شہد شیرہ ہی

ابر جنون رشت جنون میں عمر کی گزر
باز آیا میں کفن سے غسل سے کافور سے

ہوئی ہوتی تو جسکو بربادی
عشق خانہ خراب ہوتا ہی

بارہا آمادہ حشر روز روز کرتا ہی
سامنا موت کا ہر روز کرتا ہی

تیرے رو سے آتشین کو وصل کرنے کے لیے
شمع کو در کار ہو منہ اور زبان گلگیر کو

جانتے تھے کہ مزا عشق میں حاصل ہوگا
یہ نہ سمجھے تھے کہ جینا ہمیں مشکل ہوگا

ہم ہیں مشتاق خبر ان سے آنکھیں گیا نہیں
اسلیے تصویر جانان تنہے کھولی نہیں

دل کے آئینے میں ہو تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اسنے کے ہاتھوں کو پہنچی تجھے پہونچی کیا ہوگا
جو پہونچی ہو تو گھر کیا ہو مری پہونچی کی ہی پہونچی

آرزو ہی کہ مرا ایک تصور بدل جان تو جا
لذت درد مرا ایک تجھے حاصل ہو جا

قطعات

حاجت ہو آرزو سے اتنجا کو کوئی نہیں
بیچونکا نہیں ہو جیب میں بیدم قفس سے بلبل کا

سائل ہوں تجھکو تنبیہ کہ ہمیش کی نہیں
منت نہ ہو کریم کی شیر و شت اپنے کا

دل تجھ کیسے ہو آنکھوں نے ہمکو کیا خراب
آنکھیں میں سے ہماری ... ہی ... ہمکو دے بار نہ

گھر کسیکا کچھ نہیں اور ذوق منت کش
دونوں کی خمار نے خواب میں ہمکو ملا دیا

دونوں سے ہوا نہ ایک مطلب حاصل
کھٹکے تیں ہیں ہر گھڑی ہماری گذری

سمجھے کا بنا نہ کام دنیا کا بنا
جیسا تھا نہ وہ زندگی ہماری گذری

قسمت کیا جس رنگ کہ تھا روز ازل سے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم مجھکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

رباعیات

دل اوس بیوفا کو نہ دیتے تب ہے یہ
نہ دل دیکے پھر اوس سے لیتے بنتی ہے

ہم مرض بیعلاج دل کا پیدا ہوا
نہ دیتے بنی ہے نہ لیتے بنتی ہے

دل میں آتا ہے گریبان چاک کریں اپنا
جاؤں صحرا کو نکل سر کروں عریان اپنا

تیرے دیوانے سے پوچھے جو کوئی کیا گذری
ہنس کے رو دوں نہ کہوں حال پریشان اپنا

چاہا ہو اگر دوست تو چاہے جانا
گردن نہ اٹھے گر سر بھی جانا

اے دل جو لیا ہے نام الفت تو نے
جب تک ہے جان تب تک نباہے جانا

شب عمر کی یہ سرائے فانی دیکھی
سب جیسے جہان کی آنی جانی دیکھی

جو آ کے نہ جاوے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جا کے نہ آوے وہ جوانی دیکھی

کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے
کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے

ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی
نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

جینے سے طبیعت تو ہٹی جاتی ہے
غفلت ہی میں اوقات کٹی جاتی ہے

یہ بیخبری کہاں کی اللہ سے انیس
بڑھتے ہیں گنہ عمر گھٹی جاتی ہے

یہ اپنی غلط فہمی ہے ہم میں کچھ ہے
گر ہے تو ترے فضل و کرم میں کچھ ہے

کیا دم کا بھروسا ہے بقول استاد
دم میں کچھ ہے اور ایک دم میں کچھ ہے

حسن کیا میں ترے ہرگز دوئی کو دیکھا
بلکہ یہ تعریف میں لکھا کہ تجھسا تو نہیں

اگر نہ ہو باد بہار تو نہ کچھ آئینے میں اپنا جمال
عکس گل میں نہ رنگ ہو گر گل کا نہ گل کی ہو بو بھی

دل دیکھ کر ہو لطف و عنایت کس سے
کیا حسرت ہو نہ ظلم اور رعایت کس سے

جب ٹھہری یہ بات جو کرے ہے سو وہ
اور شکوہ و رنج پھر شکایت کس سے

حق سے ہو تے غیر سے کیوں آشنا ہو جیے
[illegible] جی

بندگی میں شرط ہو بندے کو تسلیم و رضا
سو عنایت بخشے خدا تو کیوں گدائی کیجیے

گل کو گلشن میں رنگ و بو دیتا ہے
جسم کو جیسے جان میں آ [illegible] دیتا ہے

ہوا ابر بہار میں نقش نام کو فیض
جسکو جو چاہتا ہے تو دیتا ہے

باقی رہا ہو کیا جو رقیبوں کا ذکر ہے
یاں تو [illegible] بھیجے

دور سے [illegible] ساقی تشنگی [illegible]
[illegible] پینے کو ہم

مخمسات

کی ابتدا جو [illegible] سب کو نوش [illegible] کیا
کرتی ہو جو [illegible] سب کو بیہوش کیا
قصہ [illegible] کیا
[illegible] نام کیا

آخر اس [illegible] کا کام تمام کیا

کی نہ کیا کیا سلیمے نے تدبیر
لیکن [illegible] تقصیر
رنج وقتی نہیں ہیں میان تقدیر
[illegible]

پھر سینگے اگر حسد الالایا

نظیر جکو آگے ہو [illegible] کفن کی
[illegible] بدن تھا [illegible] کفن تھا
جو سوچا تو [illegible]
جو [illegible] تو دیکھا

نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا

مسدس کریما

در مناجات باریتعالے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سدا دل سے اے مومن پاکباز
بوقت مناجات با صد نیاز
کریما بخشا ہے بر حال ما
الٰہی تو ستار و غفار ہے
نہ حامی کوئی نہ مددگار ہے
ندارم بجز از تو فریاد رس
ہوے جرم مجھ سے صغیر و کبیر
ذرا خواب غفلت سے چونکا نہ تغیر
نگہدار ما را ز راہ خطا

وضو کرکے پڑھ پنج وقتی نماز
یہ کہہ اپنے ہاتھوں کو کرکے دراز
کہ ہستم اسیر کمند ہوا
مرا یان گناہوں کا انبار ہے
اب اس بیکسی میں تو ہی یار ہے
تو ہی عاصیاں کا خطا بخش ہے بس
پڑا ہوں تو دام کمند میں اسیر
دعا مانگ جلد اور کہہ اے خبیر
خطا در گذار و صوابم نما

الٰہی غنچۂ امید بکشا از کرم ما را
گلے از روضۂ جاوید بنما برحم ما را
بیا بیدار ساز و خفتگان نقش قالی را
جو تن پویا کند گلہای تصویر نہالی را

قطعات تاریخ

قطعۂ تاریخ

گیا دسوین تاریخ کو شعبان کی — سال اٹھتر مین ہوا یہ ستم
تین گھڑی دن رہے شگل کے روز — اعظم علی شہ گئے سوے ارم
غسل ہوا بدھ کو پہر دن چڑھے — بعد کفن پوشی بصد رنج و غم
نعش اوٹھی بعد نماز پیشیں — کیا کہون اوس وقت کا جاہ و حشم
دفن ہوے آکے پہر دن رہے — چھا گیا عالم پہ اک ابر الم
خیر جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوا — مصرعہ تاریخ لکھ اب اے قلم
فکر ذرا کی تھی کہ بس ایکبار — آئی یہ آواز فلک سے بہم
غم مین ہو کیون شوق سے آنا یہ لکھ — بادشہ راہ خدا سے قدم

۱۲۷۸ھ

قطعۂ تاریخ

قطب درویشان شہر لکھنؤ — سرگروہ صابری و قادری
سید و درویش و عارف اہل علم — سالک و مجذوب و صوفی متقی
ظاہر آلودہ بباطن پاک دل — قلب سے حق حق زبان پر خامشی
خود وہ دو راہے سے ولی کے ہٹ گئے — کھل گئی جب وقت وحدت کی گلی
توڑ کر دست ہوس پھیلاے پاؤن — سب کے مردہ تو پائی زندگی
رتبہ جب پہونچا فنا فی اللہ کا — چھوڑ کر ہستی عدم کی راہ لی
سب نمازی کہتا تھا جو مولوی — خود جنازے کی نماز اوس نے پڑھی
حسن نے تاریخ فوت اونکی کہی — ہو گئے تا حشر حب شاہ جی

۱۲۹۹ھ

کبت

رس رنگ بھری مرد بولن کون کب کامن پان کرا سکے ہو جیو
کت جنس یہ سنت سون کب دھون نکسے انکھیان مین آئے ہو جیو
ابھلاشن پورت ہوے ادبھتو من تین مان موہن پاسئے ہو جیو
جت چاہک کے گن مانند ہو رشنا یہ ریجھ بچا سئے ہو جیو

دیگر

جان چھبیلی کہو تم ہی جو بدی سو توا گن کاوہ دکھاؤن
کون سدھا سے منے بتیان بتا ان کانن سے کہان پاؤن
وہ مرو من پیر تین یہ تمہ ادکھ آہ کہسان پہچاؤن
چاہت جیو دھرو گن آنند راوری سون کہان تجھ رہاؤن

دیگر

آپ ہی اور کی چاہ سے لگی لکریات کتھا اوت موہن اور کی
پیاری دیا کر ایک ملو سو جات بتھا نہین نین مرور کی
آپ ہی بانچ لگاوت انگ ادھو کن انی چھٹی جیت چور کی
رادھے کون رادھی لگی جب جھور کی ہو گئی سورت اندکشور کی

دیگر

ان گھر باتین دنیو تیری ادینیا کہان ان کون بانس کون بریت دینا موہن بچھو جتو
سو گھر کون سچ دنیو سو من کون دھین رہیو ایسو نہ دنیو جو جاہی کو سو جتو

کبت کب ٹھاکر جو بے بیک ہو تو توسے زمین کا ہے سکو مو ہتو
روپئے نت لیس جو پاکے کت ہو تو کدھون چھتے میں گندھ ہوتی سر پہ نکو کی آتو

دیگر

ایک سنگ دھائے نندلال اور گوال دونو دیکھن چلے من آنند بڑھے نہیں
ڈھونڈے ڈھونڈے ہاری ہون پڑا کی تمھاری سون اب کو وا پانے تو چت چین نہیں
کہا کرون کون سے کہاں جاؤں کو وہ تو بتاؤ جاسے درد بڑھے نہیں
اویسے بیر سے بیر جیسے شیئے کر کے گوا بیر پہ ا ہیسر کو گئے نہیں

تقریظ پُر تنویر من نتائج طبع سخنور نازک خیال
مولوی احمد حسین صاحب متخلص شوکت

تا کے ز پئے وجود پابند قیود	تا کے تو اسیر حلقۂ ہست و بود
شوکت و جہت اسیر مقصود بیان	آگہ چو شوی ز رمز توحید وجود

دنیا ایک ادنیٰ رنگ خیال اور ہر قدم صور و ہمیہ ہے۔ جو لوگ وحدۃ الوجود سے سماو
بیداشت کے دلکش بیٹھے اور اسکے رموز سے آگاہ ہیں انکی روشنی طبع کے نزدیک
دنیا کا ایک فانوس خیال ثابت ہونا بدیہی ہے۔ یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ رات دن
جو کچھ ہستی ناپائدار کے جلوے ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور جو انکے
دلفریب مختلف الوان پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ طرح طرح کے تغیرات جیکے بعد دیگرے
ہماری آنکھوں سے گذرتے ہیں یہ درحقیقت واقعی ہیں کیونکہ جو لوگ مسئلہ
وحدۃ الوجود پر غش ہیں اور انپر یہ مسئلہ آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا ہے
وہ ممکنات کو لاشی محض خیال کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جسطرح خواب میں انسان
طرح طرح کی صورتیں دیکھتا ہے کبھی کوئی خوش باغ انکے آنکھوں کے سامنے پیش ہوتے ہیں
کبھی مہیب صورتیں آگے آتی ہیں اور جب آنکھ کھل جاتی ہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ فقط بستر
اور وہی بالین نظر آتا ہے اسیطرح دھیان گیان والے بھی دنیا کو ایک خواب
و خیال تصور کرتے ہیں۔ اب اس امر کا تصدیق ہونا باقی ہے کہ دنیا کا خواب و خیال
ہونا ہرگز سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ ہم رات دن آنکھیں چلتے پھرتے رہتے سنتے ہیں انکی
دنیوی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ معترض کہ سکتا ہے کہ یہ تو صریح آنکھوں میں خاک ڈالنا

اگر ہم جیتے جی دنیا کو خاک اور فانی سمجھین کیونکہ عیان را چہ بیان لیکن اس
مشکل سوال کا جواب نہایت آسانی سے مل سکتا ہے دنیا کا خواب وخیال اور
نیرنگ تمثال ہونا اسوقت ثابت ہو جبکہ ہم اس خواب سے بیدار ہون اور جیسے
خواب استراحت سے اٹھکر ہر صبح ایک دوسری دنیا مین آتے ہین اور جو صورتین
ہم نے عالم رویا مین دیکھی ہین جب چونک اٹھتے ہین تو ہمپر ظاہر ہوجاتا ہے کہ وہ
صورتین واقعی نتھین بلکہ خیالی تھین اسیطرح جب ہم عالم ناسوت کو طی کرکے دوسرے
عالم مین جائین تو ہمپر ظاہر ہوجاے کہ مصرعہ۔ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
جب انسان کوئی خواب دیکھتا ہے تو اس حالت مین وہ ہرگز یہ خیال نہین کرتا کہ
خواب دیکھ رہا ہون بلکہ وہ اپنے حال اور خواب وخیال مین مست ہوتا ہے
اسیطرح جب ہم دنیا کے خواب وخیال سے ایک دوسرے عالم مین جائین تو ہمپر
ظاہر ہوجاے کہ فی الحقیقت ہم ایک دھوکے کی ٹٹی کی چھل مین پڑے تھے ہ

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود	ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

یہ مسئلہ کہ دنیا مین ایک حقیقی واجب الوجود کے سوا دوسرا وجود موجود نہین ہے
اور جو کچھ ہمکو محسوسات کے ذریعہ سے نظر آتا ہے محض بے اصل اور لاشے ہے
دلائل اور براہین سے بالکل مستغنی ہے اور اگر دلیل ہی پر مدار ہے تو سنئے پہلے ہم
قطع نظر دوسری ممکنات سے خود اپنے وجود ہی کے لاشے محض ہونے پر استدلال
قائم کرتے ہین—

انسان جس شے کا نام ہے وہ طرح طرح کے عوارض کا مجموعہ ہے یعنی بالکل ایک
مرکب ہے جسمین عرض ہی عرض موجود ہے جوہر نام کو بھی نہین ہے جیسا ظاہر ہوتا ہے کہ

عالم و فاضل - کاتب و شاعر - فقیہ و محدث - کاسب و صنعت گر - حکیم و طبیب وغیرہ
ہونا سب اسکے سب عوارض ہیں یعنی یہ ایسی صفتیں ہیں جنکا وجود خارج میں جوہر
نہیں ہو - یہانتک کہ انسان کا متشخص ہونا بھی ایک صفت ہو جسکا ماخذ تشخص ہو
اب اگر ہم یکے بعد دیگرے انسان سے یہ ساری صفتیں سلب کرتے جائیں تو اخیر میں
کچھ بھی باقی نہ رہیگا اور یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ انسان ایک ہستی ہو مگر معدوم - ایک
ٹھہرائی ہوئی شی ہو مگر لاشی اور اگر ہو تو وہی ایک حقیقی وجود ہو جسطرح دریا کے
بلبلے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک خیالی ہیئت میں آکر نظر آتے ہیں اور آناً فاناً
میں معدوم ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ دریا ہی سے نکلتے ہیں اور دریا ہی میں فنا
ہو جاتے ہیں تمام ممکنات اور موجودات کی بھی بعینہ یہی کیفیت ہو جسطرح ہم
بلبلوں کو دریا کا عین بھی کہہ سکتے ہیں اور اسکا غیر بھی اسیطرح انسان کو بھی ہم
ویسا ہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ روح کے اعتبار سے اسکا ٹکڑا ہو اور جسد کے اعتبار
اسکا غیر لیکن یہ فرق بھی اعتباری اور مثالی ہو -

ایک شمع ہمارے ہاتھ میں ہو اور ہم اسکو گھماتے ہیں اور اس گھمانے کی حالت میں
ایک مدور حلقہ پیدا ہوتا ہو جو ہماری آنکھوں کے سامنے محسوس نظر آتا ہو اب کیا کوئی
عقلمند کہہ سکتا ہو کہ وہ دائرہ فی الحقیقت موجود ہی بلکہ ہر شخص جو چشم بصیرت رکھتا ہو
یہی کہیگا کہ وہ محض ایک خیالی دائرہ ہو - اگر وہ واقعی موجود ہوتا تو گردش کے بعد
یا گردش سے پہلے بھی موجود نظر آتا علی ہذا مختلف اقوال اور مذاہب کے موافق خواہ
آسمان حرکت کرتا ہو یا زمین متحرک ہو اور جسکی حرکات دنیا پر موثر ہوتی ہیں یا انھیں حرکات
کی وجہ سے لیل و نہار خزان و بہار و مختلف موسم اور تغیرات دنیا میں پیدا ہوتے ہیں

تو بھی ایسے ہی دھیانی ہو اور سے اور جلتے ہیں جیسا کہ ہمنے ابھی شمع کی تشبیہ میں بیان کیا ہی
نجستہ ہیں وہ گیانی جھوں نے اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھکر دنیا پر لات ماری ہے
مبارک ہیں وہ دھیانی جو رات دن ایک وجود حقیقی یعنی واجب الوجود کی دھن
لگے رہتے ہیں محبت کی آگ بہ تشبیہا کرتے ہیں تب عشق میں مبتلا ہیں اور جب تپ
کر سیے ہیں وہ سب کی نظروں میں ہیں مگر انکی نظر میں ایک جوتی سروپ نرنکار سروپا
وجود واحد بسا ہوا ہے انکو سب دیکھتے ہیں مگر وہ کسیکو نہیں دیکھتے ہیں

دران انجمن صرفہ کان بزم وحدت	نگر چشم او کحل مازاغ داشت

ایسے وارستہ لوگ دنیا میں بہت ہی کم موجود ہیں جو رات دن اپنے تمام اقوال و
افعال کو اسی دھن اسی لو دھیرتی میں صرف کرتے ہیں جیسا کہ ٹھیک عمل مصرع
گفتہ آید در حدیث دیگران ● پر ہی ہندوؤں میں ایسے گیانی و دھیانی
کتاب مندرجہ عنوان کے مولف یعنی بابو بادھو داس ہیں جو دنیا پر لات مار کر
آجکے دن رام نواس تیرتھ سار پر پراگ میں باس کرتے ہیں اوائل شباب میں سرکار انگلشیہ
کے ملازم تھے چونکہ مزاج میں بعد شعور سے وارستگی تھی پنشن حاصل کرکے خانہ نشین ہو گئے
اور اپنی والدہ ماجدہ کا حق خدمت ادا کیا جب وہ بیٹھیں - اور دنیا سے یکسوئی اختیار کی -
نہ انکو فکر معاش نہ کسی قسم کا وسواس نہ کسی سے کسی شے کے طالب ●

ہنستے سونگھی نہ شگفتہ گل کے گریبان کی بو	کب خوش آتی ہے ہمیں سنبل و ریحان کی بو

بابو بادھو داس صاحب کبھی کبھی بابو ہیرا پرشاد ستیارامیہ کے اصرار سے جو انکے بھتیجے ہیں
کسیطرح دنیا سے ترک تعلق کرکے دھیان کے گیان میں مشغول رہتے ہیں سری ہنا
ما رائن سے ستیاگ بہادر سی - ایس - آئی یعنی مہاراجہ کاشی نریس کی حضور میں

حاضر ہوئے چونکہ حضور ممدوح کو ہمیشہ سے آزادمنش عارفان وارستہ مزاج سے
کمال درجہ انس ہے اور ایسے لوگون کی ملاقات آپکو بالطبع مرغوب ہے لہذا انکی صحبت
اونکی نشینی اور حقیقت کے اسرار اور معرفت کے اذکار کو بھی نہایت درجہ پسند
فرماتے ہین کیونکہ

کار پاکان را قیاس از خود مگیر	گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

ایک مرتبہ بابو مادھوداس کا مؤلف اور مرتب کیا ہوا یہ مجموعہ جو بڑے بڑے
صوفیہ کرام شعراے کے کلام معرفت التیام حقیقت انضمام کا انتخاب ہے اور بابو
مادھوداس صاحب نے اپنی قوت انتخاب سے اسکو یکجا فراہم کیا ہے سری مہاراجہ صاحب
کی نظر فیض اثر سے گذرا۔ ہرچند کہ مؤلف کو اس کتاب کی اشاعت کی کچھ پروا نہ تھی
کیونکہ انھون نے تو اپنے ذوق وشوق کی حالت مین اسکو مجتمع کیا تھا اور یہ انکے
گویا ایک شغل معرفت تھا۔ انکو کچھ اپنی نیکنامی اور شہرت منظور نہ تھی۔ لیکن
سری مہاراجہ صاحب نے اپنی عالی نظری اور فوائد عام کے اقتضا سے اس مجموعہ
معرفت وحقیقت کے طبع اور شائع ہونے کا ارشاد فرمایا۔ الحق آجکل ایسے بیدار مغز
رؤسا جو تصوف اور وحدۃ الوجود سے مذاق رکھتے ہون اور اسرار عرفان
کی تحقیق اور تدقیق اور انکے مکالمے اور مذاکرے مین اوقات عزیز کا صرف فرمانا
فطرت انسانی کا پہلا فرض سمجھتے ہون بہت ہی کم ہین۔

بابو مادھوداس صاحب نے صوفیہ کرام کے مختلف عارفانہ کلام کے انتخاب
کرنے مین کمال کیا ہے یہ کتاب علاوہ تقریظ کے ۳۴۴ صفحات پر حاوی ہے۔
مثنوی مولوی معنوی علیہ الرحمۃ کے چیدہ دفترون خواجہ حافظ شیرازے

دیوان مولوی نیاز احمد صاحب۔ دیوان حضرت غوث الاعظم عبدالقادر محی الدین جیلانی قدس سرہ۔ دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ مثنوی حضرت شاہ بو علی قلندر پانی پتی۔ حضرت شمس تبریز۔ منطق الطیر حضرت فرید الدین عطار۔ شاہنامہ فردوسی۔ سکندرنامہ مولانا نظامی۔ کتاب سراج السالکین۔ باب ہشتم گلستان و قصائد فارسیہ حضرت سعدی شیرازی۔ کتاب البدائع۔ کتاب طیبات۔ کتاب خواتیم۔ کتاب غزلیات قدیم۔ قصائد خاقانی۔ قصیدہ و مناجات نظامی۔ عرفی شیرازی۔ نظام الدین۔ رباعیات سرمد و غیرہ اساتذہ۔ مفردات اشعار۔ دیوان بیخود۔ دیوان ہندی حضرت شاہ نیاز احمد۔ دیوان ہندی خواجہ میر درد۔ دیوان داراب صفیخان ہمسر بہادر شاہ ابو ظفر دہلوی۔ بسمل۔ جرأت۔ نظیر اکبرآبادی۔ ان تمام شعراء کے کلام حقیقت انتظام کا انتخاب اس خوبصورتی سے کیا گیا ہے کہ ایسا انتخاب وہی شخص کر سکتا ہے جو رموز اور حقیقت اور انکے مقامات اور سلوک کے منازل سے واقف ہو اور خود بھی چاشنی رکھتا ہو۔

باوجود اس کے حتی الوسع گذشتہ صوفیہ کرام کا کوئی ایسا کلام باقی نہیں چھوڑا جسکا انتخاب اپنی کتاب بوستان معرفت میں نکیا ہو۔ اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ مرتبہ تصنیف سے کچھ کم نہیں ہے۔ اس کتاب میں ہندی زبان کی کبت بھی موجود ہیں جو بڑے بڑے ویدانتی کبیشروں کے تصنیف کیے ہوئے ہیں۔ ہر ایک شخص کے لیے جو ہمہ اوست اور وحدۃ الوجود اور تصوف کا دلدادہ ہو روح کو ٹھنڈک پہنچانے کے حق میں اس مجموعہ سے بڑھکر دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔

جس طرح سے اس مجموعہ کے شائع ہوجانے سے حضرات صوفیہ کرام کے کلام کا
انتخاب دنیا پر روشن ہوگا اور جسطرح اسکے مولف کا نام صفحۂ ہستی پر
قائم رہیگا اسیطرح حضور سرور مہاراجہ صاحب کاشی نریش کی ہمت بھی
جو ہمیشہ ایسے کاموں کی جانب مصروف رہتی ہے شہرۂ آفاق ہوجائیگی اور
اسیطرح نامی گرامی مطبع منشی نولکشور کی وقعت اور شہرت بھی دوبالا ہوجائیگی

بوستان معرفت کا ریویو یعنی منظر ثانی

از نتائج افکار عالی طبع سخندان نازک خیال پنڈت رتن ناتھ صاحب در لکھنوی

یہ ولولہ دلکش کتاب منظوم جسکا حرف حرف گنجینۂ معرفت اور لفظ لفظ رموز تصوف سے مملو ہے ہماری نظر سے گذری شکر ہے کہ جو محنت ہم نے اس مجموعۂ نکات اور وہ کے مطالعہ میں برداشت کی اس سے زیادہ فائدہ اوٹھایا - اس نظم بدیع کو بابو مادھو داس صاحب نے جو ایک حق پرست اور صفا طینت بزرگوار ہیں بڑے شوق اور عرق ریزی سے تالیف فرمایا ہے جسمیں خوبی اور خوش اسلوبی اور تفاہیت سے اس طیب النفس بزرگ نے علماء و صوفیہ کے کلام معرفت نظام کا انتخاب کیا اوس سے اونکا تقدس اور اونکی بزرگی صاف ظاہر اور بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب بادۂ عرفان کے نشے میں سرخوش و تر دماغ ہیں جن لوگوں کو وحدانیت کا مذاق ہو وہ اسکی داد دینگے کہ کس لیاقت سے صوفیان صافی کے کلام کا اقتباس کیا ہے - ابتدا میں حضرت مولوی معنوی کے چند فقروں کا نہایت موزون انتخاب ہوا اور

بشنو از نی چون حکایت میکند
از جدائیہا شکایت می کند

اس شعر کو پڑھکر وجد کر رہے ہیں —

لسان الغیب حافظ شیرازی کے دیوان کا انتخاب بھی قابل قدر ہے گو حضرت حافظ شیرازی کا ایک ایک مصرعہ ایک ایک دیوان ہے اور کل دیوان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو بیکار ہے غزل ہے مرصع اور ہر شعر ہے معرفت میں ڈوبا ہوا لیکن سولت باوقات نے واقعی چوٹی کی غزلیں منتخب کر لیں ہونگی کی غزل بھی آپ نے انتخاب کی ہے جس سے ہم حضرت مولف کا شکریہ ادا کرتے ہیں اس غزل کے اصنام مطالب کے ساتھ راقم کو ایک قسم کا عشق ہے جو کوئی اپنے محبوب کے ناز نظارہ کریگا تو دل ہاتھ سے ضرور ہی جائیگا وہ غزل یہ ہے—

بلبلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت	وندر آن برگ و نوا خوش نالہ ہای زار داشت
گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست	گفت ما را جلوہ معشوق در این کار داشت
خیز تا بر کلک آن نقاش جان افشان کنیم	این ہمہ نقش عجب در گردش پرگار داشت
گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن	شیخ صنعان خرقہ رہن خانہ خمار داشت

اس انتخاب میں مفرد اشعار بھی درج فرمائے ہیں جن میں ہر شعر بجائے خود دفتر معرفت ہے چنانچہ اونہیں سے یہ شعر پڑھکر ہم مست ہو رہے ہیں—

من و انکار شراب این چہ حکایت باشد
غالبا اینقدرم عقل کفایت باشد

شمشاد کی طرح برجستگی سے اس نظم نے کو راستی بخشی ہے—

اسکے بعد حضرت نیاز کے کلام سے کسیقدر اقتباس کیا ہے جو صاحب بریلی کے مشاہیر میں سے ہیں صاحب دیوان اور صاحب تصانیف کثیرہ - اکثر تصنیفات آنحضرت کی نعت میں ہیں - آپکا کلام بھی معرفت میں ڈوبا ہوا ہے - چنانچہ فرماتے ہیں—

ای عشق ثبات تو از انکار ما	سینہ نیاز ما و از جدائی و اظہار ما

ز بہارستِ ہستی ما سنے خزانِ نیستی	اے بہارستِ بے تعلق از گل و از خار ما
کی رسد شاہین نگاہِ اندیشہ بپرواز اوج	جلوہ بے پر و بالست آنجا طائرِ طیار ما

بوستان معرفت کی بدولت حضرت نیاز کے خیالات عرفان ہماری نظر سے گذرے جنکو ہم انمول قیمتی سمجھتے ہیں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

نہ دانم کیستم یارا چہ نامے	بحیرت اندرم ہستم کدامے
بحسنِ روے خود سرشار و مستم	نہ بینا و نہ گویم نہ جامے
نباشد ہیچ زمین سے بے جہات	نہ گم در لامکان دارم قیامے
بظاہر گرچہ جسمانی نمایم	ولے در باطنم دارم دوامے

خواجہ معین الدین چشتی کے دیوان سے بھی اکثر غزلیں لی ہیں۔

تعجب ہے کہ ہر شخص تمیز ہے سوفی صافی طینت کے کلام سے صرف تین ہی شعر منتخب کرتے ہیں جو مراد و نشے کمال کے گواہ ہیں۔

ز دستش نہ جسمم و نہ جانم	عجب بے جسم و جان ندانم
چہ جائے کہ بود محرابِ عشقم	من کعبہ و بتکدہ ندانم
ہو بے شک و بے گمان یقین است	من بے شک و بے گمان گمانم

فردوسی طوسی کے شاہنامے سے ایک ایسے مقام کا انتخاب کیا ہے جو اس کتاب کے لیے نہایت موزوں ہے۔

اُردو کی بھی چند مخمسے نیز وغیرہ ہیں۔

الغرض ہمارے علم و یقین میں یہ نادر مجموعہ قدر و منزلت کے قابل ہے۔ ہم عالیجناب مہاراجہ صاحب کاشی نریش کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جناب ممدوح کی توجہ اور فیاضی و بخشش سے یہ مجموعۂ نکات تصوف حلیۂ طبع سے آراستہ ہو کر نور افزائے عیون ناظرین ہوا۔ ان مفید باتوں میں جو یا اور درویشوں اور صافی طینت بزرگوں کو مدد دینا تمامے ریاست ہے۔

داخلہ نمبر	۱۹۰۱۸
فن نمبر	و ۱۲
کتاب نمبر	۴ ب ۱م ح